سُوْرَۃُ النِّسَاء کی تفسیر Lesson 13: An-Nisa (Ayaat 135 - 147): Day 40

آج کے سبق کا خلاصہ:

سورۃ کے آغاز میں دوسروں کے حقوق کی بات ہوئی تھی۔ خاص طور پر یہ بات بھی کہ معاشرے کے دَبے ہوئے لوگوں کا خیال رکھا جائے۔ اسلام ایسا خوبصورت دین ہے کہ معاشرے میں سب کی خیر خواہی کا حکم دیتا ہے تاکہ عدل قائم ہو سکے۔

آج کے سبق میں پانچواں پارا پُورا ہو رہا ہے اور سورۃ بھی اختتام کی طرف ہے تو پھر وہی پیغام دیا جا رہا ہے۔

آج کا دوسرا سبق ہے کہ رسمی ایمان کو عملی ایمان میں ڈھالو۔ زبان کے ایمان کو عمل کا ایمان بنالو۔ بے یقینی سے یقین کی طرف آجاؤ۔ ایمان والوں کو اصلی ایمان والے بننے کا حکم دیا جا رہا ہے۔

پھر آگے نفاق پر بات ہو گی۔ انسان کیسے نفاق کی طرف جاتا ہے۔ اس کی وجوہات کیا ہیں؟ غیروں سے دوستی کی وجہ سے نفاق ہوتا ہے۔ جب لوگ کہیں بیٹھ کر اللہ کے خلاف باتیں کریں تو پھر ہم کیا کریں؟

نفاق کا آخری درجہ کونسا ہے، اور اس کی سزا کیا ہے۔ نفاق کے چار درجات پر بھی بات ہو گی۔

اللہ سے دعا مانگتے ہیں کہ یا اللہ ہم آپ کے کلام کو ویسا ہی سمجھیں جیسا آپ نے نازل کیا اور جس کی وضاحت ہمیں قرآن و سنت سے ملتی ہے۔ یا اللہ ہمارے دِل کھول دے۔ ہم قرآن کا علم حاصل کر رہے ہیں اگر دِل کی دنیا نہ بدلی تو کیا حاصل؟ یا اللہ ہمیں اس پر عمل کرنے والا بنا دے۔ آمین

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَى أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ إِنْ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَى أَنْ تَعْدِلُوا وَإِنْ تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا﴿135﴾

اے ایمان والو! عدل وانصاف پر مضبوطی سے جم جانے والے اور خوشنودی مولا کے لئے سچی گواہی دینے والے بن جاؤ، گو وہ خود تمہارے اپنے خلاف ہو یا اپنے ماں باپ کے یا رشتہ دار عزیزوں کے، وہ شخص اگر امیر ہو تو اور فقیر ہو تو دونوں کے ساتھ اللہ کو زیادہ تعلق ہے، اس لئے تم خواہش نفس کے پیچھے پڑ کر انصاف نہ چھوڑ دینا اور اگر تم نے کج بیانی یا پہلو تہی کی تو جان لو کہ جو کچھ تم کروگے اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔(135)

یہ حکم ہمارے لئے ہے؛ یہ آیت قرآن پاک کی عظیم ترین آیات میں سے ایک آیت ہے۔

اس ایک آیت میں سے چار جُملے نکل رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عدل کا یہی حکم سورۃ آلِ عمران میں بھی دیا ہے۔ اور اللہ نے اپنے ساتھ فرشتوں کو گواہی دینے والا فرمایا۔ اب ہمیں حکم دیا جارہا ہے کہ تم بھی شہادتِ حق کی گواہی دو۔

یہاں ایک خاص واقعے کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اللہ کے نبیؐ کے پاس دو اشخاص آئے۔ ایک غریب اور ایک امیر۔ ان کا آپس میں کسی معاملے پر جھگڑا ہوا۔۔ اللہ کے نبیؐ نے سمجھا کہ غریب حق پر ہے۔ اللہ نے عدل اور انصاف کا حکم دیا ہے۔ کسی غریب کو صرف بیچارا دیکھ کر مظلوم نہ سمجھو۔

عَلَى اپنے اوپر کے معنی آئے ہیں۔

کچھ مفسرین کہتے ہیں کہ یہ پچھلے زِرہ چوری والے واقعے کی طرف اشارہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو حکم دیتا ہے کہ وہ عدل وانصاف پر مضبوطی سے جمے رہیں اس سے ایک انچ ادھر ادھر نہ سرکیں، ایسانہ ہو کہ ڈر کی وجہ سے یا کسی لالچ کی بنا پر یا کسی خوشامد میں یا کسی پر رحم کھا کر یا کسی سفارش سے عدل وانصاف چھوڑ بیٹھیں۔ سب مل کر عدل کو قائم و جاری کریں ایک دوسری کی اس معاملہ میں مدد کریں اور اللہ کی مخلوق میں عدالت کے سکے جمادیں۔ اللہ کے لیے گواہ بن جائیں۔

قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ : یعنی اُٹھو کھڑے ہو جاؤ۔ اللہ کے دین کو قائم رکھنے کے لئے کام کرو۔ اور صرف اللہ کی رضا ہی تمہارا مقصد ہو۔ تمام گھر والوں اور رشتے داروں تک اللہ کا پیغام پہنچادو۔

اللہ نے تمہیں ایک بڑا کام دیا ہے۔ ایثار کرو۔ گھر والوں کو بھی علم کا شوق دلاؤ۔

گھر والوں کو اُن کے حقوق دو اور دلاؤ۔ کیونکہ اس کے بغیر دین کا پیغام پر سکون انداز سے نہیں پھیلایا جاسکتا۔

صحابہ کرامؓ کو کفر سے نفرت تھی۔

عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر والوں کے کھیتوں اور باغوں کا اندازہ کرنے کو بھیجا تو انہوں نے آپ کو رشوت دینا چاہی کہ آپ مقدار کم بتائیں تو آپ نے فرمایا سنو اللہ کی قسم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے تمام مخلوق سے زیادہ عزیز ہیں اور تم میرے نزدیک کتوں اور خنزیروں سے بدتر ہو لیکن باوجود اس کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں آکر یا تمہاری عداوت کو سامنے رکھ کر یہ ناممکن ہے کہ میں انصاف سے ہٹ جاؤں اور تم میں عدل نہ

کروں۔ یہ سن کر وہ کہنے لگے بس اسی سے تو زمین و آسمان قائم ہے۔ یہ پوری حدیث سورۃ المائدہ کی تفسیر میں آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

یہود کے ایک قبیلے مخزومیہ کی عورت چوری کے جُرم میں پکڑی گئی۔ وہ بڑے قبیلے کی عورت تھی۔ اُس کا نام فاطمہ تھا۔ یہود نے سفارش اور رشوت سے کام چلانے کی کوشش کی تو اللہ کے نبیؐ نے فرمایا کہ اگر فاطمہ بنت محمد بھی ہوتی تو بھی میں ہاتھ کاٹنے کا حکم دیتا۔

ہمارے صحابہ کرامؓ نے اسی بات پر پورا عمل کیا۔ ہر قانون سب کے لئے ایک ہی تھا۔

عمرؓ کا واقعہ تو ہم سب کو یاد ہے۔ ایک دفعہ مالِ غنیت میں سے سب کو کپڑا ملا۔ عمرؓ نے اُس کا کرتہ سلوا کر پہن لیا۔ ایک آدمی نے کہا کہ عمرؓ یہ کپڑا تو ہم سب کو برابر ملا تھا، تمھارا کرتہ اس سے کیسے بن گیا۔ عمرؓ نے کہا کہ اس بات کا جواب میرا بیٹا دے گا۔ اُن کا بیٹا آیا تو اُس نے کہا کہ جو کپڑا میرے حصّے میں آیا تھا وہ میں نے اپنے والد صاحب کو دے دیا۔ اس طرح دونوں ٹکڑوں کو ملا کر اِن کا کرتہ سِل گیا۔ عدل اور انصاف کی مثال قائم کر دی۔ کہ جہاں کوئی بھی خلیفہ سے سوال کر سکتا ہے۔

یہ تھے کل کے عظیم مسلمان صحابہ کرامؓ کی زندگی کی روشن مثالیں۔ اور آج کے مسلمان کیا ہیں؟

عمر بن عبد العزیزؒ کی زندگی سے مثال۔ یہ اپنے وقت کے ایک بہترین خلیفہ تھے۔ ان کو عمرِ ثانی بھی کہا جاتا ہے۔۔ اُن کی بیوی نے ایک دِن میٹھا بنایا۔ انہوں نے پوچھا کہ یہ کہاں سے آیا۔ بیوی نے کہا کہ میں روزانہ کے خرچ سے تھوڑی تھوڑی چینی جمع کرتی رہی اور اس طرح آج آپ کے لئے میٹھا بنالیا

کیونکہ آپ کو پسند ہے۔ عمرؒ بن عبد العزیز نے فرمایا کہ اس کا مطلب ہے ہمارا خرچ اس سے کم میں ہو سکتا ہے اور اپنے گھریلو وظیفے میں مزید کمی کر دی۔

ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا نظام ٹھیک ہو جائے۔ اس کا واحد حل یہی ہے کہ لوگ اللہ کے کلام سے جُڑ جائیں۔ پھر ہی ہماری نجات ہے۔ دُنیا میں امن اور خوشحالی صرف تب ہی آ سکتی۔

ہمیں شہادت الناس کا فرض پورا کرنا ہے۔ "۔۔۔قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ۔۔" جو شخص اللہ کے لئے گواہی دینے پر کھڑا ہو گیا، جس کو عدل کے تقاضے سمجھ آ گئے پھر ہی اس کام کی اہمیت اور خوبصورتی کی قدر آئے گی۔ اس کام سے زیادہ عزّت ہی کوئی نہیں ہے۔ اس کام کے لئے اللہ جتنا ہمیں دے گا دنیا کا کوئی اور کام وہ فوائد اور عزّت نہیں دے سکتا۔

قرآن کو سیکھیں، سمجھیں اس پر عمل کریں اور پھر اس کو پھیلانے اور آگے پہنچانے کے کام پر لگ جائیں۔ حیرت ہوتی ہے جب کچھ لوگ کہتے ہیں کہ پڑھ لیا ہے ہم نے قرآن،، اس پر تو جتنا بھی تدبر اور تفکر کریں یہ آپ کے لئے علم اور حکمت کے نئے دروازے کھول دیتا ہے۔ قرآن پڑھیں تو یہ آپ کی زندگی بدل دیتا ہے۔

پھر آپ بے چین ہو جاتے ہیں۔ آپ کے اندر تڑپ آ جاتی ہے۔ آپ کو ذمّہ داری کا احساس پیدا ہو جاتا ہے۔

یہ آپ کو "۔۔۔ قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ۔۔۔" بنا دیتا ہے۔ جیسے جب آپ نہائیں تو سارا جسم دُھل کر پاک صاف ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر کہیں پالش یا ویکس لگا ہے تو وہاں پانی نہیں پہنچے گا۔

قرآن ہمیں پاکیزہ بنادیتا ہے۔ قرآن کو صرف ٹیسٹ کے لئے نہ پڑھیں۔ ترجمہ اور تجوید صرف خوبصورتی کے لئے نہ یاد کریں۔ اس کو اللہ کا حکم اور اپنا فرض سمجھ کر پڑھیں اور سیکھیں۔

یہاں جمع کا صیغہ ہے۔ قرآن میں اجتماعیت کا پیغام ہے۔ مل جل کر کام کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ یہ نہیں کہ ہم سمجھیں ہم اکیلے ہی بہت ہیں۔ بادل بھی جمع ہو کر بارش برساتے ہیں۔ خود ہی سارا ثواب سمیٹنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دوسروں کو ساتھ لے کر چلیں۔ جب تجوید اور گرائمر بھی سیکھیں سکھائیں تو سامنے بڑے مقاصد ہوں۔

ہم تو چاہتے ہیں کہ دنیا میں تیرا نام رہے - کہیں ممکن ہے کہ ساقی نہ رہے، جام رہے؟

ہم نہیں رہیں گے قرآن رہے گا۔ یہ سوچ لے کر نکلیں کہ "۔ قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ ۔" ہم نے بننا ہے۔ اللہ کا پیغام پہنچانا ہے۔

اللہ بہترین عدل اور انصاف کرنے والا ہے۔ اس کائنات میں ہر چیز عدل پر قائم ہے۔ ہم نے یہی چیز وراثت والے قوانین میں بھی پڑھی تھی۔ اُس عظیم ترین رَبِّ کائنات کے لئے کام کرنے میں کیا شان ہے۔ یہ بات تو ہمیں روزِ قیامت پتا چلے گی۔ جب دنیا میں اللہ کے کام کے لئے رُلنے والوں کو اَجر ملے گا۔

ہمارا پڑھنا پڑھانا تو ایک ٹریننگ کورس ہے۔ ہم اللہ کی فوج بننا چاہتے ہیں۔ ہمارے ہاتھوں میں قلم اور کتاب ہے۔ ہم لوگوں کو ایمان کی طرف بلاتے ہیں۔

"۔۔ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَى ۔۔ 'یعنی خواہشِ نفس کی پیروی نہ کرو۔ جھوٹی خواہشیں اور تمنائیں۔"۔۔۔

اس لئے تم خواہش نفس کے پیچھے پڑ کر انصاف نہ چھوڑ دینا۔۔"جب تم اللہ کے لئے کام کرتے ہو تو تمہارے سامنے دو ہی راستے ہوتے ہیں۔زندگی میں دو راستے نظر آئیں گے۔ایک میں خواہشیں پوری ہوتی ہیں۔واہ واہ ہوتی ہے۔نام ہوتا ہے۔دوسرا راستہ حق کو ہوتا ہے۔انسان اپنے آپ کو اللہ کی راہ پر لگالیتا ہے۔پابندی لگ جاتی ہے۔عموماً لوگ خواہشات والا راستہ چُن لیتے ہیں۔ایسے وقت میں جو حق پر جَم گیا اُسی کے لئے اَجر ہے۔اور جس نے عدل کو چھوڑ دیا تو اللہ کو سب خبر ہے۔"۔۔اور اگر تم نے کج بیانی یا پہلو تہی کی تو جان لو کہ جو کچھ تم کرو گے اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔۔"دیکھیں ہمیں اختیار تو دیا گیا ہے لیکن نصیحت بھی کر دی گئی ہے۔

ہمارے صحابہ کرامؓ ایسے نہیں تھے۔عمرؓ رات کو شہر کا گشت کر رہے تھے کہ دیکھیں عوام کس حال میں ہیں۔کہیں گڑبڑ نظر آئی تو اندر چلے گئے۔دیکھا تو ایک شخص شراب کے نشے میں ہے اور پاس عورت بھی ہے۔فحاشی اور زنا کا معاملہ نظر آرہا تھا۔اُس کو عدالت میں لے گئے۔اُس نے کہا امیر المومنین ٹھیک ہے میں یہ سب کر رہا تھا۔میں نے یہ گناہ کیا۔

لیکن آپ نے تین گناہ کیے۔آپ میرے گھر کی دیوار پھلانگ کر آئے۔بغیر کھٹکھٹائے آئے۔بغیر اجازت آئے۔یعنی میرے معاملات میں دخل اندازی کی۔آپ نے تو اللہ کے تین قانون توڑے۔ اُس شخص نے قرآن سے حوالے بھی دیئے۔عمرؓ کو بات سمجھ آگئی اور مقدمہ واپس لے لیا۔

آج ہمارے دور میں یہ معاملہ ہوتا تو آج کے حکمران اُس بندے کو جیل ڈال دیتے۔کہ مجھے چیلنج کر رہے ہو۔

ایک دفعہ عمرؓ نے حق مہر مقرّر کر دیا کیونکہ لوگ غرور اور نمائش کے لئے زیادہ سے زیادہ حق مہر رکھنے لگے اور نکاح کو مشکل بنادیا۔ عمرؓ نے فرمایا کہ 500 درہم سے زیادہ کوئی حق مہر نہ رکھے۔ ابھی منبر سے اُترے ہی تھے کہ عورت بول اُٹھی کہ عمرؓ آپ نے یہ کیسے حکم دے دیا ہے؟ جبکہ اللہ کا قرآن تو کچھ اور کہتا ہے۔ اگر کسی نے حق مہر میں قنطار یعنی سونے کا خزانہ بھی دیا ہے تو طلاق کے بعد واپس نہیں لے سکتے۔ اللہ نے ہمیں لینے دینے سے نہیں روکا۔ آپ کیسے روک سکتے ہیں۔ عمرؓ فوراً منبر پر دوبارہ گئے اور فرمایا کہ ابھی میں نے ایک حکم دیا تھا میں اُسے واپس لیتا ہوں۔ ایک عورت اُس مسئلے کو پا گئی جسے عمرؓ نہ سمجھ سکے۔

یہ کون کرے گا؟ ایسے کون کہے گا۔ جس نے اپنے آپ کو اللہ کے احکام سے چھوٹا سمجھ لیا۔ جس نے اللہ کی حکمرانی کو مان لیا۔ اپنی کمی کو تاہی کو مان لیں۔ دوسروں کے نام نہ لگائیں۔

ہم اپنی ذات کے دفاع میں مزید غلطیاں کر لیتے ہیں۔

پھر آگے فرمایا گیا: "۔۔اور اللہ کی خوشنودی کے لئے سچی گواہی دینے والے بن جاؤ، گو وہ خود تمہارے اپنے خلاف ہو یا اپنے ماں باپ کے یا رشتہ دار عزیزوں کے۔۔" بعض اوقات گھریلو معاملات میں ہمیں پتا ہوتا ہے کہ ماں بھابی کے معاملے میں ماں کی غلطی ہے لیکن ہم ماں کی طرفداری کرتے ہیں۔ یعنی ہر حال میں عدل انصاف کرنا۔ رشتے دار غریب ہو یا امیر۔ دور کا ہو یا نزدیک کا۔ کوئی شخص اپنے شہر یا برادری کا ہو یا دوسرے کا۔

جیسے کہتے ہیں "جن کے گھر دانے اُن کے کملے بھی سیانے" یعنی پیسے والے کی سب تعریف کرتے ہیں۔

اللہ سب سے بڑا خیر خواہ ہے۔ کسی کی بلاوجہ طرفداری کر کے زیادہ خیر خواہ بننے کی کوشش نہ کریں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا﴿136﴾

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ پر، اس کے رسول (ﷺ) پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول (ﷺ) پر اتاری ہے اور ان کتابوں پر جو اس سے پہلے اس نے نازل فرمائی ہیں، ایمان لاؤ! جو شخص اللہ تعالیٰ سے اور اس کے فرشتوں سے اور اس کی کتابوں سے اور اس کے رسولوں سے اور قیامت کے دن سے کفر کرے وہ تو بہت بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا۔(136)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا : اِن الفاظ کو تو آپ اپنے دِل پر لے لیں۔ اس ایک آیت میں ہمارے لئے بہت کچھ ہے۔ آیت کا انداز دیکھیں کہ اے ایمان والو ایمان لاؤ۔ ایسے لگتا ہے جیسے کہا جائے سونے والو سو جاؤ۔ کھانے والو کھاؤ۔ تھوڑا مختلف سٹائل ہے۔ کس کو کہا جا رہا ہے؟ مفسرین کی تین رائے ہیں۔

پہلی رائے تو یہ کہ جو ایمان لے آیا اَب نبی پاکؐ کا ساتھ دے اور ایمان کے تقاضے پورے کرو۔

دوسری رائے کہ یہاں اس سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔ کہ ایمان تو لا چکے ہو۔ اب موسیٰ و تورات، عیسیٰ و انجیل پر تو ایمان لا چکے ہو اَب محمدؐ اور قرآن پر بھی ایمان لاؤ۔

تیسری رائے یہ ہے کہ اس سے مُراد منافقین ہیں۔ اگلی آیات کو دیکھیں تو یہی رائے مناسب لگتی ہے۔

تینوں معنی اور رائے ٹھیک ہیں۔ لیکن نفاق والی بات زیادہ صحیح لگتی ہے۔

قرآن کے لیے لفظ«نزل» بولا گیا اور دیگر کتابوں کے لیے«انزل» اس لیے کہ قرآن بتدریج وقتاً فوقتاً تھوڑا تھوڑا کر کے اترا اور باقی کتابیں پوری پوری ایک ساتھ نازل ہوئیں، پھر فرمایا جو شخص اللہ جل شانہ کے ساتھ اس کے فرشتوں کے ساتھ اس کی کتابوں کے ساتھ اس کے رسولوں کے ساتھ
آخرت کے دن کے ساتھ کفر کرے وہ راہ ہدایت سے بہک گیا اور بہت دور غلط راہ پر پڑ گیا گمراہی میں راہ حق سے ہٹ کر راہ باطل پہ چلا گیا۔

انسان کے ایمان کے ساتھ بہت ساری شرائط بھی لگا دی گئیں۔یعنی زبان سے ایمان لانا کافی نہیں۔

ایمان لانا دو قسم کا ہے۔ قانونی ایمان۔یعنی نام کا مسلمان۔ مسلمان گھرانے میں پیدا ہونے والے بچے کو مسلمان کہتے ہیں اور اُس کے مذہب کے خانے میں مسلمان ہی لکھا جاتا ہے۔

اب ایمان کے تقاضوں میں پانچ چیزیں آتی ہیں۔شہادتِ توحید اور رسول اللہ، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ۔

یہ پانچ شرائط پوری ہو گئیں تو آپ مسلمان ہیں۔جب آپ نے اِن کو مان لیا، اِن شرائط پر عمل کر لیا تو آپ مسلمان ہیں چاہے دُنیا میں کہیں بھی رہیں۔

دوسرا ہے یقینی ایمان۔جب آپ کو مکمل یقین ہو کہ میرا اللہ ہی پوری کائنات کا رَبّ ہے اور مجھے اُس کے احکامات پر عمل کرنا ہے اور اللہ کے نبیؐ کی زندگی / سُنّت میرے لئے بہترین نمونہ ہے۔

اَب جس بندے کو یقین ہوتا ہے وہ نماز ضرور پڑھے گا۔وہ نماز کے لئے وقت نکالے گا۔اُسے نماز دنیا کے ہر کام سے زیادہ اہم لگے گی۔ جسے آخرت پر یقین ہو گا وہ اپنے فرائض پورے گا اور جسے یقین نہیں ہو گا کیا وہ اپنا کام کاروبار چھوڑ کر نماز پڑھنے جائے گا؟

اِس یقینی ایمان کے دو دَرجے ہیں۔

1. پہلا ہے شہادتِ حق کی گواہی دینا، ایسا بندہ اللہ سے اَجر پانے کے لئے حق کے راستے پر چل پڑتا ہے۔ جہاد کرے گا۔
2. دوسرا درجہ ہے عمل میں ڈھلنا۔ ہمارا ہر عمل اللہ کی خوشنودی کے لئے ہو۔

ہمیں اپنے اندر یہ یقین پیدا کرنا ہے، پکّا یقین، پختہ ایمان۔

اگر نوکری پر جائیں تو تنخواہ ملتی ہے۔ یقین ہے تو کیسے تیار ہو کر جاتے ہیں۔

دین پر عمل ہوتا ہی تب ہے جب یہ یقین ہو میرا ربّ مجھے دیکھ رہا ہے۔ میرے ہر عمل کا اجر ضرور ملے گا۔ میرا ربّ مجھے ضائع نہیں کرے گا۔ پھر انسان عشاء پڑھے بغیر سو نہیں سکتا اور فجر پر خود ہی اُٹھ جاتا ہے۔ یہ یقن ہوتا ہے تو انسان ہزاروں خرچ کر کے حج کے فریضے کے لئے پہنچ جاتا ہے۔

جو ہو ذوقِ یقین پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں۔

انسان ہر طرح کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے۔ صرف اللہ کو راضی کرنے میں لگ جاتا ہے۔

جب ہم کوئی کام کرنا چاہتے ہیں تو اللہ کروالیتا ہے۔ ہم صرف اپنی نیّت کو خالص کر لیں اور دعائیں مانگیں کہ یا اللہ مجھ سے نیکی کے کام لے لے۔

اللہ پر یقین کرو۔ اللہ تمہیں ضرور اجر دے گا۔ اللہ تمہاری قربانی اور محنت کو ضائع نہیں کرے گا۔ اللہ بے حد قابلِ اعتبار ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات تمہاری قربانیوں اور محنتوں کو ضائع نہیں کرے گی۔

یقین پیدا کر اے ناداں،یقین سے ہاتھ آتی ہے درویشی۔ کہ جس کے سامنے جھکتی ہے فُغفُوری

تُم اللہ پر یقین رکھو، اللہ تمہیں شفا بھی دے گا۔ تمہیں ہر طرح کے وسائل عطا کرے گا۔ تمہیں آسانیاں دے گا۔ آپ نے تاریخ میں پڑھا ہو گا کہ کس طرح اولیا کرامؒ اور علماء کرامؒ کے پاس وقت کے بادشاہ آ کر بیٹھ جایا کرتے تھے۔ کچھ بھی نہیں ہوتا اُن کے پاس درویش ہو جاتے ہیں کہ کسی چیز کی کمی محسوس نہیں ہوتی۔ مل گیا تو کھالیا۔ مل گیا تو پہن لیا۔ جس کو اللہ پر یقین آ جائے وہ دُنیاداری کی پرواہ نہیں کرتا۔ زندگی میں خوبصورتی پیدا ہو جاتی ہے۔

لوگوں کو اُن سے خود بخود محبت ہو جاتی ہے۔ اُن میں دوسروں کے لئے کشش پیدا ہو جاتی ہے۔ خوبصورت گھر یا کپڑوں کی ضرورت ہی نہیں ہوتی لوگ ویسے ہی عزّت کرتے ہیں۔ چاروں آئمہ کرامؒ میں سے ایک کی کہانی ہے کہ باشاہِ وقت نے کسی بات پر ناراض ہو کر جیل میں ڈال دیا۔ جیل میں وفات ہو گئی۔ سارا شہر جنازے کے لئے اُمڈ آیا۔ تو بادشاہ یہ دیکھ کر بول اُٹھا۔ کہ اے عالم، تو جیل میں رہتے ہوئے بھی لوگوں کے دلوں میں رہتا ہے اور میں کرسی پر بیٹھ کر بھی لوگوں کے دل نہ جیت سکا۔

جس کا ایمان یقین میں ڈھل چکا ہو گا اُس میں اصل خوبصورتی آئے گی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ : تم اللہ پر ایک دفعہ یقین کر کے تو دیکھو۔ اللہ تمہارے لئے کافی ہو جائے گا۔ سورۃ حجرات میں بھی آئے گا۔ کہ ابھی تمہارے دلوں میں ایمان نہیں آیا ابھی تو تم یہ کہو کہ اسلمنا۔ کہ میں اسلام میں داخل ہو گیا۔ سچّا ایمان تو یہ ہے کہ پھر کوئی شک باقی نہیں رہتا۔ جو راستہ اختیار کر لیا پھر آگے ہی چلتے جانا ہے۔

ہم یقین کی بنیاد پر لمبے فاصلے طے کرتے ہیں۔ جب ہمیں معلوم ہو گا کہ آٹھ گھنٹے کا سفر کر کے گلاسگو سے لندن چلے جاتے ہیں۔ کیونکہ یقین ہے تو ہم سفر اختیار کر لیتے ہیں۔ اگر ڈاکٹر سے دوائی لے کر اللہ پر بھروسہ نہ کریں اور یہی کہتے رہیں دیکھتے ہیں۔ دوا سے آرام آتا ہے، شفا ملتی ہے یا نہیں تو خود ہی سوچ لیں کہ پھر کیا ہو گا؟ علاج کروانا سُنّت ہے لیکن یقین اللہ پر رکھنا ہے۔

یہی دعا کریں کہ یا اللہ جدھر میرے لئے خیر رکھی ہے مجھے اُدھر لے جا۔ مجھے ادھر اُدھر کہیں نہ جانا پڑے۔ بعض مائیں دعا کرتی ہیں کہ یا اللہ جہاں میرے بیٹے کا یا بیٹی کا جوڑ لکھا ہے ہمیں اُن سے ملا دے۔ تاکہ ہم اور رشتے نہ دیکھتے پھریں۔

یقین کے بغیر ہم اللہ کے کام نہیں کر سکتے۔

پہلا درجہ: جو کفر کرتا ہے وہ اللہ سے کفر کرتا ہے۔ وہ اللہ کو نہیں مانتا۔ اسے دہریہ کہتے ہیں۔ یعنی۔

دوسرا: اللہ کو مانتے ہیں۔ لیکن حاکم نہیں مانتے۔ یعنی کائنات کا رَبّ تو مانیں لیکن اُس کے احکام پر عمل نہ کریں۔ مرضی اپنی کریں۔ صرف اللہ کو ماننا ہے۔ اور اللہ کی ماننا ہے۔

پھر اللہ کے ساتھ اُس کے رسول ﷺ کو ماننا لازمی ہے۔ جو اللہ کو مانے اور کسی اور کو بھی مانے وہ مسلمان نہیں ہے۔ کلمے کے دو حصّے ہیں۔ دونوں پر ایمان لانا لازم ہے۔

رسولوں پر ایمان پھر اللہ کی کتاب پر ایمان لانا۔۔۔ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ۔۔۔ اَب آج صرف قرآن پر عمل کرنا لازمی ہے۔ جن پر پہلی کتابیں نازل ہوئیں۔ اُن کے لئے بھی لازمی ہے کہ قرآن پر ایمان لائیں اور اس پر عمل کریں۔ (یہود و نصاریٰ)

ہر مذہب کو ماننے والا اپنی کتاب کو ماننے کے ساتھ اللہ کے نبی ﷺ پر بھی ایمان لائے۔ ایک ایمان ہمیں وراثت میں مل جاتا ہے۔ اے ایمان والو، ایمان لاؤ۔ ہمیں عجیب جُملہ لگتا ہے لیکن ورثے والا ایمان کافی نہیں۔ ایمان کے درجے طے کرو۔

ایمان کا ہماری زندگی پر گہرا اَثر ہے۔ اگر کوئی نماز نہیں پڑھتا، روزہ نہیں رکھتا۔ ایمان نہیں ہے۔ یا اُس درجے کا نہیں ہے جس درجے کا ہونا چاہیئے۔ اگر ہم کسی کی تربیت کر رہے ہیں۔ یعنی بچے، چھوٹے بہن بھائی، شاگرد۔ تو ہم لوگوں کے اندر ایمان جگا دیں۔ مثال جیسے بچے کو بار بار کہتے ہیں کھانا کھا لو، کھانا کھا لو۔ اس سے بہتر ہے بچے کی بھوک جگا دو۔ جس کو بھوک ہو گی وہ کھاتا ہے۔

ہمارے کرنے کا کام یہ ہے کہ تڑپیں، روئیں۔ اللہ سے دعائیں مانگیں۔ "یا اللہ ہمارے سینوں کو ایمان سے مزین کر دے"۔ اپنے بچوں، شوہر اور گھر والوں کے سامنے روئیں کہ مجھے آپ سے محبت ہے، آپ کی خیر خواہی چاہتی ہوں۔ جس دن اُن کے دِلوں میں ایمان آ گیا وہ خود نیکی کی طرف آ جاتا ہے۔ جیسے جس کو بھوک لگتی ہے وہ خود کھانے کے پاس آ کر دیکھتا ہے کہ کھانے میں کیا ہے، کبھی فرج کھول کر دیکھے گا۔ کبھی پوچھے گا کہ کھانے کو کچھ ہے؟

آپ کو قرآن سیکھنے سے ایمان ملتا ہے۔

سورۃ الحجرات آیت 7 میں ہے: ۔۔۔ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَ كَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ۔۔۔ لیکن اللہ نے تمہارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دی ہے اور اس کو تمہارے دلوں میں اچھا کر دکھایا ہے

اور تمہارے دل میں کفر اور گناہ اور نافرمانی کی نفرت ڈال دی ہے ۔۔۔"

صحابہ کرامؓ کو کیسے ایمان سے محبت تھی۔ وہ ہجرت کرتے۔ گھر بار چھوڑ دیتے۔ گھر والے چھوڑ دیتے۔ جس کو ایمان کی محبت مل جائے اُسے کچھ اور نہیں چاہیئے ہوتا۔ اصل ایمان وہ جو دل میں داخل ہو جائے۔

بعض اعرابی (سیدھے اور بھولے لوگ) سارا دِن کہتے رہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں۔

سورۃ الحجرات آیت 14 میں ہے؛ قَالَتِ الۡاَعۡرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلۡ لَّمۡ تُؤۡمِنُوۡا وَلٰـكِنۡ قُوۡلُوۡۤا اَسۡلَمۡنَا وَلَمَّا يَدۡخُلِ الۡاِيۡمَانُ فِىۡ قُلُوۡبِكُمۡ‌ ۚ وَاِنۡ تُطِيۡعُوا اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ لَا يَلِتۡكُمۡ مِّنۡ اَعۡمَالِكُمۡ شَيۡـًٔـا ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۱۴﴾

بدویوں نے کہا ہم ایمان لے آئے ہیں کہہ دو تم ایمان نہیں لائے لیکن تم کہو کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو تو تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی کم نہیں کرے گا بے شک اللہ بخشنے والا نہایت رحم والا ہے (۱۴)

کچھ لوگ خود کو بہت نیک سمجھتے ہیں لیکن اصل ایمان وہی ہے کہ جب ایمان دل میں رَچ بَس جائے تو پھر یقین بالقلب آ جاتا ہے۔ جب آپ کا دل ایمان کی گواہیاں دینے لگے۔ منافق کا ایمان اوپر اوپر سے ہوتا ہے۔ صرف اوپر سے لا الہ الا اللہ کہنا نہیں بلکہ دل کی ہر دھڑکن پکارے میرا اللہ میرا ربّ ہے اور اُس کا کوئی شریک نہیں۔ ہر وقت دل یہی کہتا ہے لا الہ الا اللہ کہنا پھر پکا ایمان آتا ہے۔

اپنے لئے بہت خوبصورت دُعا کریں۔ اپنے گھر والوں کے لئے بھی۔ اپنے پیاروں کے لئے۔ یا اللہ ہمیں ایمان کی گہرائیاں عطا فرما۔ آمین

ہم کسی کے سر پر سوار رہ کر انہیں ایمان والے نہیں بنا سکتے۔ یوسفؑ کے والد نے اُن کو ایمان دے دیا۔ جس نے یوسفؑ کی حفاظت کی۔ ہم اپنی اولاد کو کیا دے سکتے ہیں؟ اگر ایمان دے دیں تو وہ کامیاب ہو جائیں گے۔ ورنہ وہ چھوٹا سا فائدہ دیکھ کر حلال حرام بھول جائیں گے۔ ہم صرف اللہ کے بن کر دیکھیں پھر دیکھیں اللہ ہمارا کیسے بنتا ہے۔

ایک دفعہ آپ کو اللہ پر یقین آ گیا۔ پھر دنیا کی ہر بہترین چیز آپ کے پاس آ جائے گی۔ یقین اور ایمان کی دولت دُنیا کی بہترین نعمت ہے جو آخرت میں بھی آپ کے ساتھ جائے گی۔

یہاں تک تو ایمان کا لیول اوپر جانے کی بات ہو رہی تھی۔ اب آگے دیکھیں کن کی بات ہوتی ہے۔

کیسے انسان نیچے جاتا ہے!